بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

بڑی مبارک بات ہے کہ احیائے اسلام کے جس مقدس نصب العین کے لیے برصغیر میں محمد بن قاسمؒ سے لے کر اورنگ زیب عالمگیرؒ تک، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لے کر علامہ اقبالؒ تک، اور پاکستان کی تحریک دستور اسلامی سے لے کر تحریکِ نظامِ مصطفےٰؐ تک بڑی بڑی مسلم شخصیتوں، جماعتوں اور تحریکوں نے یکے بعد دیگرے سعی و جہد، تگ و تاز اور والہیت و فداکاری کا ایمان پرور مظاہرہ کیا ہے، اس کی طرف حاکمانہ قوت کے ساتھ پیشقدمی کرنے کے لیے پہلی بار ایک قابلِ اعتماد ٹیم مختصر سے عبوری وقفے کے لیے اقتدار کے اسٹیج پر آئی ہے۔ نہایت محتاط الفاظ میں، بغیر کسی جھجک کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس ٹیم کے بیشتر جانے پہچانے افراد نیتوں کے لحاظ سے مخلص، اور صلاحیتوں کے اعتبار سے موزوں ہیں۔

ان حضرات نے جن حالات میں ذمہ داریاں سنبھالی ہیں وہ اتنے ادق اور پیچیدہ ہیں کہ خالص سیاست کاروں اور سیاست بازوں میں سے کوئی بھی موجودہ چیلنج کے سامنے کھڑا ہونے پہ آمادہ نہیں ہو سکتا۔ تشدد اور خیانت اور فریب کارانہ سیاست کا مارا ہوا معاشرہ مختلف قیادتوں کے درجہ بدرجہ بڑھتے ہوئے منافقانہ کردار کے ڈسے ہوئے عوام، بیانات میں پائے جانے والے جمہوریت کے شوقِ بے پایاں کے پیچھے استدلال سے بے نیاز اور رواداری

سے محروم، قدم قدم پر تصادم کرنے والے دھڑے ۔ ووٹوں کے شکار کے لیے ہانکا کرنے والے افسر اور ملازم اور اہل قلم، صیادوں کی طرف سے انتخابی حلقہ ہائے دام میں نوٹوں اور لائسنسوں اور پرمٹوں اور نوکریوں اور ڈپوؤں کی شکل میں بکھیرا جانے والا دانہ اور سیاست و عہدہ کی مارکیٹ میں جمہور کے ضمیروں کے بکتے ہوئے کباب، کتنا خوفناک ڈرامہ تھا، جس کے کردار ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ پھر ملک کی تباہ شدہ معیشت، افراط زر کا طوفان، قیمتوں کی اونچی ہوتی پتنگیں، زرعی و صنعتی پیداواروں میں کمی، درآمدی برآمدی تجارت میں خسارہ ۔ غیر پیداآور صورتوں میں بجٹ کی رقوم صرف کا زیادہ بہاؤ۔ سرمایہ دار طبقے میں کاروبار سے بددلی۔ محنت کشوں میں عدم اطمینان، غیر ملکی قرضوں کے بھاری بوجھ کا حصہ بچے بچے کی گردن پر لدا ہوا ——— ان حالات میں کیا " ترقی پذیری " کی اصطلاح بھی ہم پر راست آسکتی ہے۔ پھر تعلیم کا مغرب کے فلسفوں اور نظریوں کو بلا تنقید نوجوان ذہنوں پر ٹھونستے چلے جانا ۔ ادب میں مادہ پرستی اور بدن پرستی کا غلبہ، موسیقی پر جنسیت کے آسیب کا تسلّط، صحافت کے معلمانہ تعمیری کردار کی کاروباریت سے شکست، ریڈیو اور ٹی۔ وی کا حکومتوں کے لیے محض ناقوس بنے رہنے اور تفریح بلا مقصد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے غیر تعمیری ہو جانا ——— یہ سب کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی قصبے اور اس کے اردگرد کی زرخیز زمین پر سے کوئی تباہ کن سیلاب گذر گیا ہو، اب نہ کوئی تعمیر باقی ہو، نہ ترتیب ۔

ایک تیسرا پہلو بھی حد درجہ پریشان کن ہے ۔ پچھلے ادوارِ حکومت میں آہستہ آہستہ اور پی پی پی کے آخری دور میں پورے زور شور اور تیز رفتاری سے جرائم پیشہ اور جرائم پسند اور شرافت دشمن عناصر کو معاشرے کے حصۂ اسفل سے اٹھا کر درجاتِ عالیہ پر پہنچا دیا گیا ہے۔ نتیجہ ہے کثرت جرائم اور جرائم میں وحشت و بہیمیت کے انداز، اور مجرمین کا کم صورتوں میں گرفت میں آنا ۔ اور اس سے کم صورتوں میں کیفر کردار کو پہنچنا ۔ جب کسی کے پرچم اقتدار کو بلند رکھنا اور کسی کے تخت کے پایوں کو مضبوطی سے تھام رکھنا اور اُسے انتخابات میں کامیاب کرانا، قاتلوں اور ڈاکوؤں، زانیوں اور اغواکاروں، شرابیوں اور جواریوں کا منصب ہو تو پھر تو بیچارے کوتوال ہی کو چوروں کی طرف سے ڈانٹ پڑے گی ۔ بلکہ ستم مزید ہمارے ساتھ یہ ہوا کہ محتسب اور شحنہ اور

کوتوال بھی احکامِ بالا کے تحت مجبور ہو گئے کہ وہ مجرموں سے تعاون کریں۔ ایسے میں آج اگر یہ حال ہے کہ ذرا کوئی بچہ اِدھر اُدھر ہوا اور اغوا ہو گیا، کوئی نوجوان موقع پر پھنسا تو وہ تخریب کاروں کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ سڑک پر چلتی بسوں کو کھڑا کر کے چار آدمیوں نے اُس کے مسافروں سے روپیہ اور سامان چھین لیا، کسی اکیلی دکیلی دخترِ پاکستان کو کبھی کسی تھانے، بسوں کے کسی اڈے، کسی دکان یا کسی کھیت میں جوہرِ ناموس سے محروم کر دیا گیا۔ بلکہ گھر میں گھس کر اور مردوں عورتوں کو رسیوں میں جکڑ کر بھی خباثت دکھائی گئی۔ دھڑلے سے دن دہاڑے بڑی بڑی چوریوں کے واقعات، سڑکوں اور چوراہوں پر بیسیوں آدمیوں کے سامنے قتل کی کارروائیاں، کسانوں کے مویشیوں کو ہتھیا لے جانا، فصلیں کاٹ لینا یا جلا دینا، دوسرے کی زمین کو عدالتوں میں جا کر کسی غیر کا بحیثیت مالک کے فروخت کر دینا، تھانوں میں حقیقی یا غیر حقیقی مجرموں کو دورانِ تفتیش غیر انسانی حد تک اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دینا، جعلی پاسپورٹوں اور ڈگریوں کا فروخت ہونا، غرضیکہ کوئی کہاں تک بیان کرے۔ بس یوں سمجھیے کہ جرم اور ظلم کی آندھیاں ہیں جو ہر چہار طرف سے اُمڈ اُمڈ کر آتی ہیں، اور اُن کا ہر جھونکا ہمارے سر چکرا کر گذر جاتا ہے۔

اور بیرونی حالات کیا ہیں؟ اُن کو ہم سے نہ سُنیے اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنی قوتِ شامہ سے سونگھنے کی کوشش کیجیے۔ تاریخ کا ایک کھیل آپ نے افغانستان میں دیکھا، دوسرا ایران میں دیکھ رہے ہیں۔ امریکہ کی پرانی دوستی نے جو شکل اختیار کر لی ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور روس کی نئی دوستی جس انداز سے ہماری گردنوں کے گرد محبت کی باہیں حائل کرنے کے لیے بڑھ رہی ہے وہ بھی آپ کے ذہن سے اوجھل نہیں ہے۔ بھارت نئے حالات میں غیر محسوس طریقے سے پینترا بدل کر جو نیا موقف اختیار کر رہا ہے اس پر بھی ضرور آپ کی نظر ہے۔ صومالیہ اور یمن کے ڈرامے بھی آپ کے مشاہدے میں آ چکے ہیں۔

بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ آج جو کوئی بھی پاکستان کی حاکمانہ ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہے وہ تلوار کی دھار پر چل رہا ہے۔ اگر دائیں جھکے تو اُدھر دھڑام، بائیں طرف زور ڈالے تو اُس طرف چکنا چور، اور اضطرابی انداز سے حرکت کرے تو تلوار دو ٹکڑے کر دے گی۔

خوش قسمت شاید وہی لوگ ہوں گے جو اِدھر اُدھر سٹک گئے ——— مگر تحفظ و استحکامِ ملت

کے جہاد سے یہ فرار ہے بڑا خوفناک ۔

رہ گئے وہ دیوانے جنہوں نے اس لمحے پاکستان کو دردناک ادوار میں یہ پکارتے سُنا کہ "درکار ہیں دیوانے چند" — تو انہوں نے اپنے سیاسی مستقبل سے بے پروا ہو کر لبیک کہہ دی کہ اے اسلامی نظام کے لیے وقف شدہ سرزمین، ہم تیرے سات کروڑ باشندوں کی فلاح و بہبود کے لیے خطرناک حالات کے تھپیڑے کھانے کو حاضر ہیں۔

اس وقت کی وزارت کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ ملت کی کشتی بپھرے ہوئے گہرے پانیوں میں ہے۔ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نے اپنے فوجی رفقاء کے ساتھ ایک سال تک موج و گرداب و نہنگ سے لڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مگر مصیبت اتنی ہی نہیں کہ طوفانوں سے معرکہ ہے، بلکہ مہا مصیبت جس کی وجہ سے جنرل صاحب نے سیاسی عناصر کی عبوری حکومت قائم کرنا ضروری جانا۔ یہ ہے کہ خود اس کشتی کے مسافروں کی ایک تعداد ایسی ہے کہ کبھی وہ کشتی کے تختے اُکھیڑنے میں لگ جاتی ہے، کبھی وہ دھاچوکڑی مچا دیتی ہے، اور ان سے بڑھ کر ستم ظریف وہ ہیں جو جمہوریت کے ایسے والہ و شیدا دکھائی دیتے ہیں کہ وہ طوفانوں سے لڑنے اور کشتی کو بچانے کے لیے اس وقت تک کوئی بھلائی نہیں کرنا چاہتے جب تک نازنینِ جمہوریت کشتی میں جلوہ فرما نہ ہو جائے اور خود وہی اشارہ نہ کرے کہ ہاں ہاں اے میرے پرستارو! کشتی کو اور اس کے مسافروں کو خطرے سے بچا نکالو۔ فی الحال یہ حضرات سبکسارانِ ساحل کے معزز مرتبے پر فائز ہیں، اور وہاں سے بھی کسی دُعائے خیر کے بجائے کشتی کے ملاحوں پر کلوخ اندازی اور دشنام طرازی فرما رہے ہیں۔ یہ اپنے اپنے شاندار مستقبل کی گٹھڑیاں کاندھے پر ڈالے ہزار جی جان سے اس حادثے کے منتظر ہیں کہ موجودہ ملاح ناکام ہوں، ان کے بازو شل ہو جائیں، یہ لوگ پانی میں گر جائیں، کشتی ڈولنے لگے اور شارک مچھلیاں اس کے ارد گرد منڈلانے لگیں، پھر یہ اپنی خدمات پیش کریں گے۔

یہ ہیں وہ لوگ، جن کا ایک بڑا حصہ پکار پکار کر طوفانی کشتی کے ملاحوں سے کہہ رہا ہے کہ تم لوگ عہدوں کے بھوکے تھے۔ تم کرسیوں کو ترس رہے تھے، تم مال بنانا چاہتے ہو، تم کمانے

کے لیے گئے ہو، اور تم قوم کے نمائندے نہیں ہو۔

حالانکہ حالات کا جو خوفناک نقشہ سامنے ہے، وہ تو تقاضا کرتا ہے کہ ہر طرف سے تمام قوتیں سمٹ کر اس مشکل مرحلے سے پاکستان کو بخیریت نکال کر ترقی کے اس راستے پر ڈال دیں، جو اسلام کے اصول و مقاصد سے متعین ہوتا ہے۔ آج تو ضرورت ہے کہ بوڑھے اور بچے بھی نوجوان بن کر آگے بڑھیں اور اپنا بھرپور تعاون اس قوت کے گرد جمع کر دیں، جو طوفانی موج و گرداب سے ملت کی کشتی کو بچا نکالنے کے لیے اپنا سارا سیاسی کیریئر داؤں میں لگا کر ادائے فرض کے لیے اُٹھی ہے۔ اس وقت قوم کی ذمہ داریاں اُٹھانے والے لوگ ہمدردی اور محبت کے مستحق ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے لیڈر فنِ افتراق کے ماہر ہیں، اور اتحاد و تعاون یا اختلاف کے باوجود قدر و احترام کا اُونچا اخلاق اُن میں پیدا نہ ہو سکا۔

جمہوریت بڑی اچھی چیز ہے، مگر اسی صورت میں جب کہ صاف ستھری جمہوریت قائم ہو سکے، اور موجودہ حکومت کا ایک واضح مقصد یہ ہے کہ دیانتدارانہ انتخابات کے راستے سے حقیقی جمہوریت کو لانے کی تدابیر کی جائیں۔ اگر محض جمہوریت کا ڈرامہ ہی رچانا ہو تو ابھی ابھی ہم نے سات سال تک جس جمہوریت کو بھگتا ہے، اس سے ہزار بار توبہ!

سچی جمہوریت کے قیام سے پہلے اگر کوئی مصیبت وارد ہو جائے تو محبانِ دین و وطن یہ کہہ کر ٹھٹے سے بیٹھے نہیں رہتے کہ جب جمہوریت قائم ہو گی تو ہم مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلیں گے۔ خدانخواستہ کہیں آگ لگ جائے تو کہیے گا کہ پہلے جمہوریت کا کنواں کھودو، اس کے پانی سے ہم آگ بجھائیں گے۔ کوئی فوجی حکومت یا فوجیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے والی حکومت ہمیں پکارے گی تو ہم آگ بجھانے کبھی نہ آئیں گے۔ جمہوریت کا عقیدہ تو توحید و رسالت کے ایمان سے بھی آگے چلا گیا، اور اس کا مرتبہ تو اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ سے بڑھ گیا۔ اسلام کی طرف سے تو آپ نے کوئی شرط نہ لگائی۔

بات صرف ایک سال کی تھی۔ اگر آپ ایمان بالجمہوریت کی وجہ سے تعاون نہیں کر سکتے تھے تو کم سے کم مخالفت نہ کرتے۔ آپ کا خاموش تماشائی بن کر دیکھنا بھی باعث خیر و برکت ہوتا۔

اب کچھ باتیں تو گرفتارانِ حکومت سے!

حکومت چونکہ کسی ایک جماعت کی نہیں، اس میں قومی اتحاد کی وہ مضبوط جماعتیں بھی ہیں جو جماعتوں کی "شٹلنگ" کے دوران اپنی جگہ ثابت قدم رہیں، اس میں غیر جماعتی افراد بھی شامل ہیں، اور اس کی سربراہی چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کر رہے ہیں۔ لہٰذا میرا روئے سخن کسی خاص جماعت کے افراد کی طرف نہیں ہے بلکہ سب کی طرف ہے۔

یہ جاننے کے باوجود کہ میں کوئی فاضل آدمی نہیں، مجھے غیر معمولی بصیرت حاصل نہیں، میں کبھی مرکزِ توجہات نہیں رہا، میری آراء اور مشوروں کو کسی سطح پر یا کسی دائرے میں کوئی خصوصی اہمیت حاصل نہیں، یہ بھی ضروری نہیں کہ ترجمان القرآن کے اشارات کے صفحات اہم حلقوں میں پڑھے جاتے ہوں ـــــــ پھر بھی میں اگر بار بار کچھ باتیں سوچتا اور لکھتا ہوں تو اس کا محرک صرف یہ احساس ہوتا ہے کہ میں اپنا جو بہتر بن حصہ ملک و ملت کی فلاح کے لیے ادا کر سکتا ہوں، اس کا ادا کرنا خدا کے احکام کے تحت میرے ضمیر کی نگاہ میں ضروری ہے۔ میں نے نہ کبھی اونچی جگہوں تک پہنچنے کا شوق کیا، نہ بڑے لوگوں سے باتیں کرنے یا انہیں باتیں سنانے کا مجھے خبط ہے، نہ میں اپنی پبلسٹی کا جنون رکھتا ہوں اور نہ میں اپنے لیے کسی طرح کی بڑائی کا متلاشی رہا ہوں۔ بس میری مجبوری یہ ہے کہ خیالات کے قافلے میرے ذہن سے گذرتے ہیں۔ اُلجھے ہوئے مسائل کے حل میرے سامنے آتے رہتے ہیں، اور ایک مسلم انقلابی کی حیثیت سے سوچنے کا ایک تخلیقی عمل میرے اندر جاری رہتا ہے۔ اس ذہنی حرکت کے ماحصل کو اس خوف سے تلف کر دینا زیادتی ہے کہ میں اپنی بات اہم جگہوں تک پہنچانے، یا موزوں حلقوں میں انہیں تسلیم کرانے کے لیے الٹی سیدھی تدابیر نہیں کر سکتا۔ میرا طریقہ سادہ اور راست ہے، جو کچھ کہنا ہو مناسب صورت میں کہہ دیا۔ کوئی سُنے یا نہ سُنے اور کوئی مانے یا نہ مانے، لوگوں کے دلوں اور دماغوں کی باگ ڈور مجھے نہیں سونپی گئی ہے۔ میں تو صرف ملت کے بہبود فنڈ میں اپنا چندہ شامل کر رہا ہوں۔

اس جملہ معترضہ کی طوالت پر معذرت کے ساتھ پہلی بار مجھے نئی وزارت سے یہ بات کہنی ہے کہ آج جب کہ میں یہ سطور لکھنے بیٹھا ہوں، آپ کو اقتدار میں آئے ہوئے ۲۵ روز ہو چکے ہیں، یعنی آپ کی قلیل سی مہلتِ کار کا تقریباً ۴/۱ حصہ ختم ہو چکا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان ۲۵ دنوں کی

کارگذاری کی کیا رپورٹ آپ کے پاس ہے اور اندر ہی اندر آپ نے کیا کام کر لیے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اخبار و احوال کے دکھائی دینے والے ڈائل پہ کیا تبدیلی آئی ہے، یا قومی زندگی کے نیوز بورڈ پہ کن تازہ اطلاعات کا اندراج ہوا ہے۔ بلکہ آپ ایک طرح کے محاذ جنگ پہ ہیں، میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کنٹرول روم کے نقشۂ جنگ میں آپ کی پیشقدمی کا ریکارڈ کیا ہے؟

اس سوال کو اگر سادہ سیاسی زبان میں بیان کرنا ہو تو میں جاننا چاہوں گا کہ حکومت کی باطنی یا داخلی سرگرمیوں کے لحاظ سے آپ نے پالیسیاں طے کرنے یا طویل المیعاد خاکے تجویز کرنے کا جو بھی کام کیا ہو، اُسے درکنار رکھ کر یہ فرمایئے کہ عوام کے سامنے کونسا نیا اقدام یا فیصلہ آپ نے ایسا پیش کیا ہے جس سے ہر شخص یہ محسوس کر لیتا کہ فلاں سمت میں تبدیلی کا آغاز ہو گیا ہے۔

بد قسمتی سے مجھے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی - عوام کے سامنے سیاست کا جو سکرین پھیلا ہوا ہے، اور جسے وہ بار بار پلٹ کر دیکھ لیتے ہیں، اس پہ تو ابھی کوئی جلوہ منعکس نہیں ہوا۔ یہ اچھا نہیں!

یہ تو بڑی ہی خوش قسمتی کی بات ہے کہ اسلامی نظام اور جمہوریت اور خوشحالی کے وعدوں کے ساتھ گزشتہ وعدہ فراموشوں اور وعدہ فروشوں نے اپنے کرتوتوں سے جس طرح عوام کو پریشان کیا ہے، اس کے باوجود ابھی تک بہ حیثیت مجموعی قوم احترام و عقیدت سے موجودہ دورِ خاموشی سے اچھی امیدیں لگائے بیٹھی ہے، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مخالف عناصر نے لوگوں میں یہ پروپیگنڈہ کرنا بھی شروع کر دیا ہے کہ جیسے پہلے لوگ وعدوں میں کئی کئی سال گذار گئے ہیں یہ لوگ بھی دیکھتے دیکھتے اپنا الو سیدھا کر لے جائیں گے۔

تبدیلی لانے والی حکومتوں کی قوت کا انحصار اس بات پہ ہوتا ہے کہ وہ زیر سطح پالیسیوں اور پروگراموں کی تشکیل نو کرتے ہوئے، عوام کے سامنے بھی محسوس ہونے والے (باقی بر صفحہ ۴۰)

(بقیہ اشارات) کچھ کارنامے پیش کرتے جائیں۔

فرض کیجیے، ایک مقرر موافقین اور مخالفین پر مشتمل کسی مجمع کے سامنے آتا ہے، اور پندرہ منٹ تک خاموش کھڑا رہتا ہے۔ وہ بعد میں پریس کانفرنس میں بتا سکتا ہے کہ چند نئی مفید باتیں میرے سامنے ایسی آگئی تھیں کہ میں حاضرین کی بہبود کے لیے اُن پر غور کرنے لگا۔ ٹھیک ہے یہ غور کرنا بہت مبارک، مگر جلسہ گاہ میں تو دو ہی منٹ بعد شور مچ جائے گا، ہوٹنگ ہو جائے گی۔ لوگ جوتے پھینکنے لگیں گے، کیونکہ لوگوں کو لمحہ انتظار کے ایک طویل خلا میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور عوام کو خلا میں نہیں رکھا جا سکتا۔ آپ اگر صداقت کی قوت اور استدلال کے زور کے ساتھ آتے ہی بولنا شروع کر دیتے تو مجمع ہپناٹائز ہو کر آپ کے بس میں آجاتا، اور آپ جو کہتے، لوگ وہی کرتے۔

میں نے پہلے بھی ایک بار مداری کی مثال دی تھی کہ وہ ہوا میں ایک رنگدار گیند اچھال دیتا ہے، پھر دوسری، پھر تیسری، اور مجمع کی نگاہیں اُوپر اُٹھ جاتی ہیں، اور گیندوں کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی ہیں۔ پھر وہ کبھی رومال لے کر اُسے آگ لگاتا ہے اور جلے ہوئے رومال سے چنبیلی کے پھول جھڑنے لگتے ہیں۔ پھر وہ کسی کبوتر یا طوطے کو سامنے لے آتا ہے اور حاضرین کی توجہ غیر اختیاری طور پر ایک سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہوتی جاتی ہے۔ توجہ کشی کا تسلسل جہاں بھی ٹوٹے گا، سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اور حاضرین منتشر ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور کرشمہ گر بنے بنائے مجمع کو اپنے ساتھ ملا لے۔

یہ جو حال ہی میں میر غوث بخش بزنجو اور سردار عطاء اللہ مینگل نے اپنے سیاسی ساز سے ایک جداگانہ سُر پیدا کیا ہے، اس کے لیے ہرگز موقع پیدا نہ ہوتا، اگر موجودہ حکومت چند فوری اقدامات کر کے عوام کی پُر اُمید توجہات کو اپنی طرف منعطف کرا سکتی۔ اس خلا میں تو دوسرے سیکولرسٹ عناصر بھی رقص و وجد میں آ سکتے ہیں۔

اُوپر کی مثال سے مُراد یہ نہیں کہ سحر کار اور فریب کار سیاست دانوں کی طرح مغالطہ انگیز کرتب معاشرے کو دکھائے جائیں۔ مطلوب صرف یہ ہے کہ آپ حضرات کو اوّل تو حلف لینے کے بعد کی پہلی ہی کانفرنس میں (کسی سوچے سمجھے پروگرام کے مطابق) دو یا تین نمایاں اور مؤثر

تبدیلیوں یا اقدامات کا اعلان کرنا چاہیے تھا۔ یہ نہیں، تو حکومت بنانے کے بعد پہلے ہفتے میں، یہ بھی نہیں تو عید کے موقع پر قوم کو بیانوں کے اور تقریروں کے بجائے عملی فیصلوں سے محسوس کرانا چاہیے تھا کہ تبدیلی آرہی ہے اور تیزی سے آرہی ہے۔ سیاست میں زیادہ دیر تک مشاورتی اجلاسوں، دفتری سرگرمیوں اور منصوبہ سازیوں کے نام پر کلھیا میں گڑ نہیں پھوڑا جاسکتا ہے۔ خطرہ ہوتا ہے کہ بھانڈا ہی نہ پھوٹ جائے۔ آپ کے پاس گڑ کچھ ہے تو اس کا تھوڑا تھوڑا حصہ لوگوں کو کھلا دیجیے، کھلانے کا وقت نہیں آیا تو ہاتھ اونچا کر کے انہیں گڑ کی بھیلیاں دکھایئے کہ دیکھو، تمہارے لیے ہم کیا کیا پاپڑ بیل رہے ہیں تاکہ گڑ کھلا کر تمہارا منہ میٹھا کیا جائے۔

کوئی حکومت، خصوصاً عبوری حکومت، اور وہ بھی تبدیلی کی علمبردار حکومت ——— ٹھنڈے ٹھنڈے پرسکون طریقے سے اجلاسوں یا دفتروں میں بیٹھ کر محض طویل المیعاد منصوبوں اور اسکیموں میں اپنے آپ کو مصروف نہیں رکھ سکتی خصوصاً جب کہ معاشرے میں ایسے رنگا رنگ عناصر موجود ہوں جو اپنی نادانی یا غیروں کی دانائی کے زیر اثر تختہ اُلٹنے کے درپے ہوں۔

کچھ کام اگر فوری ہو جائیں ——— خاص طور پر ایسے علامتی کام جو شہادت دیں کہ تبدیلی کا عمل شروع ہو گیا ہے اور اس کا رُخ خدمتِ اسلام اور خدمتِ عوام کی طرف ہے تو عوام کی محبت آمیز توجہ کو جذب کیا جا سکتا ہے۔ پھر کسی خلل اندازی کرنے والے کے لیے آسان نہیں ہوتا کہ وہ عوام کو شکارِ انتشار کر سکے۔

اپنے محبت کیش کارکنوں کو کچھ ٹھوس اور محسوس اقدامات اور خدمات بہم پہنچایئے، تاکہ وہ ان کو لے کر عوام تک پورے اعتماد اور مسرت کے ساتھ جا سکیں کہ ہماری نئی حکومت نے ان ان کاموں سے ابتدا کی ہے اور پھر ان کاموں پر اخبارات میں بھی، مجالس میں بھی، نجی گفتگوؤں میں بھی بحثیں ہوں۔ بحثیں ہوں گی تو ذہنوں میں حرکت آئے گی۔

آج ہمارے کارکنوں سے کوئی پوچھ بیٹھے کہ سال کا ہر حصہ گذر گیا! اس میں آپ کے وزیروں نے کیا کیا تو اُن کے پاس سوائے "رولنگ پلان" کے کچھ نہیں۔ اور رولنگ پلان فائلوں کی چیز ہے، عوامی سیاست کی نہیں۔

خدا کے لیے سول سروس کے اس معصومانہ ہتھکنڈے سے بچ نکلیے کہ وہ آپ کو فائلوں کی وادیوں میں گھماتی رہے، تبدیلی کے پروگرام لے کر جانے والے حکمران فائیلوں کو ایک طرف رکھ کر اپنے تخلیقی منصوبے سول سروس کے سامنے لا کر مطالبہ کرتے ہیں کہ بتایئے کہ انہیں روبعمل لانے میں آپ کیا پارٹ ادا کر سکتے ہیں۔

سول سروس کے پیچھے نہ چلیے، خود آگے بڑھ کر اُسے پیچھے چلایئے۔

چند اہم اور مؤثر فوری کاموں کا نقشہ میں یہاں پیش کر دیتا۔ مگر افسوس کہ ترجمان القرآن کے صفحات ناکافی ہیں۔ باقی باتیں پھر سہی، یا کسی دوسرے ذریعے سے بھی ہو سکتی ہیں۔

آخر میں مَیں حکومت میں جانے والے اپنے قریبی احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے حلقوں سے زیادہ سے زیادہ معاونت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر کوئی قابلِ استفادہ دوست ملتے ہوں تو انہیں قدرے اہمیت دیں، اور بیرونی حلقوں کو بھی محسوس کرائیں کہ ہمارے ساتھ ہمارے علاوہ بھی کام کے لوگ ہیں اور ان کو وہ مجبور کریں کہ وہ آپ سپہ سالاروں کے ساتھ آپ کے سپاہیوں کو بھی قابل توجہ سمجھیں۔

حکومتی اُمور کے تمام تر مشورے بڑے بڑے اجلاسوں ہی میں نہیں ہوا کرتے، اور نہ سارا کام ریزولیشنوں پر چل سکتا ہے، بلکہ اس الٹراڈیموکریٹک طریقے سے ہٹ کر بھی کچھ صورتیں ہوتی ہیں۔ بسا اوقات بڑے اجلاسوں میں اہم تجاویز کے ایسے بخیے اُدھڑتے ہیں کہ باقی کچھ نہیں بچتا اور مجوزہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔

آپ لوگوں کے کام کا طور اب وہ نہیں ہونا چاہیے جو جماعتی طور پر دعوت کو پھیلانے یا رپورٹیں تیار کرنے، یا دفتری اُمور انجام دینے اور عوامی اثرات سے بے نیاز ہو کر لمبے

گھر سے کام کرنے جانے کا ہوتا ہے ۔ خصوصاً اب "آئس کریم" طرز کا ٹھنڈا کام حکومت داری کے دائرے سے یں مؤثر نہیں ہو سکتا ۔ "یہاں توقعر دریا سلسبیل و روئے دریا آتش است" والی صورت موزوں رہتی ہے ۔ سطح کے نیچے لمبا اور ٹھنڈا کام، سطح کے اُوپر حرارت اور تیز حرکت کا مظاہرہ ۔ یہی حرارت و حرکت ابھی سامنے نہیں آئی ، اور ہر طرف اسی کے انتظار میں فضا دم سادھے ہوئے ہے ۔

یہ بھی غنیمت ہے کہ ابھی فضا دم سادھے ہوئے ہے، اور خدا کی مہربانی ہے کہ تا حال عوامی ادوار میں مخالف قوتیں کوئی بڑی ہل چل پیدا نہیں کر سکیں ۔ اگر آپ آئس کریم طرز کے کام سے جلد نہ نکلے اور سناٹے سے فائدہ اٹھا کر کسی ہنگامہ خیز قوت نے عوام کی توجہات کو اپنی طرف مرتکز کر لیا تو پھر آپ اگر عوامی خدمات کے خزانے بھی کھلا دیں گے تو وہ ہنگامہ آرائی کے ثمرات شمار ہوں گے، آپ کا اپنا کارنامہ نہیں! خدا را مخالف قوتوں کو مزید موقع نہ دیجیے ۔ موجودہ خلاء اور سناٹے کی کوئی وجہِ جواز میرے پاس نہیں ہے ۔ تیس پینتیس سال سے کام کرنے والی جماعت کے دانشور لیڈروں کے پاس تو حکومت کے دروازے میں داخل ہونے سے قبل پورا بلیو پرنٹ اور مختلف اقدامات کا ٹائم ٹیبل بغل میں ہونا چاہیے تھا، اور انہیں وزارت کے دوسرے رفقاء اور چیف سے بات کر لینی چاہیے تھی کہ ہم تو ایسے ایسے کام مناسب رفتار سے کرنے آئے ہیں ۔ ان کے لیے آپ سب تیار ہوں تو ہم حاضر ہیں ، نہ ہوں تو آپ کام کریں ، ہم محبت سے تعاون کریں گے ۔ اگر یہ صورت پہلے نہ ہوئی ہو تو اب قومی اتحاد کو مجموعی طور پر، یا آپ کو خصوصی طور پہ وضاحت کر دینی چاہیے ۔

اب گول مول بات سے زیادہ دیر تک کام نہیں چل سکتا کہ ہم اسلامی نظام قائم کر دکھائیں گے، یا اس کے لیے بنیادیں رکھ دیں گے، یا تدریجاً آگے بڑھیں گے ۔ سوال تو یہ ہے کہ آپ دو ایک اقدامات تو کر کے دکھا دیں کہ کس رُخ پہ آپ کس رفتار سے بڑھیں گے ۔

مسئلہ یہ بھی ہے کہ موجودہ حکومت کے خلاف پروپیگنڈے کی کئی رویں چل رہی ہیں ۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ یہ حکومت زیادہ دیر چل نہیں سکتی، جلد ٹوٹ جائے گی ۔ پھر یہ کہ اس کے شریک عناصر ایک دوسرے کو غیر مؤثر (NEUTRALISE) کرتے رہیں گے ۔ پھر یہ کہ

کچھ اعلیٰ دماغوں کا منصوبہ ہے کہ خاص طور پر ایک جماعت کو چکر میں لا کر ختم کرا دیا جائے، اور اس کے بعد اطمینان سے سیکولر لائین پر کام چلایا جائے، پھر یہ کہ بعض عناصر وزارتی قوت و اثر سے کام لے کر اپنے ووٹ ریزرو کراتے رہیں گے، اور دوسرے اسلام اور جمہوریت کی وضاحت کرتے رہیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ موجودہ حکومت اور قومی اتحاد کے خلاف بڑا خطرناک زیرِ زمین پروپیگنڈا ہے۔ اس سے آپس میں اختلافات پیدا کرنا بھی مطلوب ہے۔ آپ کو اس سے باخبر رہنا چاہیے۔

یہ بات بھی نادرست ہو گی کہ آپ عوام کے مسائل کو محض اپنی وزارت کی حد تک قابلِ توجہ سمجھیں۔ اگر وزارت مشترک ذمہ داری پر کام کرنے والی ایک ٹیم ہے اور قومی اتحاد کے اجلاس میں وزراء کی اکثریت کام کا ایک مجموعی خاکہ تیار کر لے اور جملہ حضرات باہم دگر تعاون کا فیصلہ بھی کر لیں تو کام ہمواری سے چلے گا۔ قومی اتحاد کے وزراء کا مقابلہ آپس میں نہیں، بلکہ سب کو مل کر متقابل و مزاحم قوتوں سے مقابلہ کرنا ہو گا —— آج بھی، اور انتخابات میں بھی۔ لہٰذا قومی اتحاد کے کسی بھی وزیر کے دائرہ اثر کے عوام کا کوئی بھی مسئلہ ہو اُسے حل کرنے میں دوسرے محکموں کے وزراء کو سرگرمی سے حصہ لینا ہو گا۔ یہ فضا بنے گی تو موجودہ حکومت اپنے مختصر سے دورِ امتحان سے سرخرو ہو کر نکلے گی، ورنہ دو ایک افراد کا تیزی اور پھرتی دکھا لینا پوری حکومت کی کامیابی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

خاص طور پر تعاون اسلامی نظام کی طرف مارچ کرنے کے سلسلے میں اشد ضروری ہے۔ عوامی مطالبات اور اپنے وعدوں اور ہمسفر جماعتوں کی "کومٹ منٹس" کو مدِ نظر رکھ کر کچھ اقدامات کی فہرست اور اُن کا ٹائم ٹیبل بنا لینا چاہیے۔

ماہ اکتوبر میں بھرپور کام کر دکھانے کا منصوبہ بنائیے اور اُسے زور شور سے عمل میں لائیے، کیونکہ یہ اس سہ ماہی کا آغاز ہے جس میں آٹے گندم کے بحران کا اندیشہ لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اوّل تو اس بحران کا حل سوچ لیجیے، یا کم سے کم اس کے پروپیگنڈے کو غیر مؤثر بنا دیجیے۔ دوسری

طرف قومیتوں کا جو جھنڈا بلند ہو رہا ہے، اس کا مثبت حل یہ اختیار کیجیے کہ بلوچستان کے عوام کے مسائل و شکایات کی مکمل تفصیلی رپورٹ تیار کرنے کے لیے ایک اعلیٰ سطح کا کمیشن مقرر کیجیے جو دو تین ہفتوں میں وہاں کے تمام قبیلوں کے احوال اور سرداروں یا لیڈروں کے بیانات جمع کرلے۔ خاص توجہ ایسے نوجوان تعلیم یافتہ افراد کو دی جائے جو سرداروں کے زیر سایہ کوئی آواز نہیں رکھتے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کو سامنے رکھ کر موجودہ وزارت اپنے کسی اجلاس میں شکایات کا ازالہ اور مسائل کو حل کرنے اور پچھلے دَور کے مظالم اور زیادتیوں کے اثرات کو مٹانے اور ترقی کی رفتار تیز تر کرنے کے لیے حتمی فیصلے کرے۔ اس طرح کا مثبت کام منفی نظریات کا خاتمہ کر دے گا۔

سال کی آخری سہ ماہی اور بھی کئی پہلوؤں سے ستاروں کی گردش کے انضباط میں خلل انداز ہو سکتی ہے یا دوسرے لفظوں میں لاء اینڈ آرڈر کے مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ اس کا حل صرف ایک ہے۔ وہی جسے ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں۔ پے در پے متعدد ایسے تیز رفتار اقدامات، غلبۂ اسلام، اصلاح معیشت، انسداد جرائم اور دوسرے متفرق شعبوں میں کر دکھایئے کہ عوام کی پُرامید توجہات پوری طرح اِدھر منعطف ہو جائیں اور مخالف عناصر کے لیے آپ کی مخالفت میں زبان ہلانا مشکل ہو جائے۔

قومی اتحاد کی تمام جماعتوں اور آپ کی کامیابی کا انحصار اُن کارکنوں کی سرگرمی پر ہے جو مختلف جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگوں کو حکومت کے کاموں سے آگاہ کرنے والے اور ان کے اعتراضات کا جواب دینے والے، یہی اردگرد کے مسائل کا تجزیہ کرنے والے، یہی ان کے حل کی صورتیں تجویز کرنے والے، یہی حکومتی دائرے میں گھسے ہوئے غلط کیش اور کج کردار افراد کو پہچاننے والے اور یہی پچھلی حکومت کی چھوڑی ہوئی میراثِ تخریب و انتشار کا شعور رکھنے والے ہیں۔

ان کا کام کرنا اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ اُن کو وہ کچھ کر کے دیں جسے بہلے کے عوام

کے سامنے جائیں کر دیکھو یہ ہے نئی حکومت کا کام اور اس کے کام کا نہج اور اس کی پیشقدمی کا رُخ۔ وہ حامیوں کو مطمئن اور مخالفوں کو مرعوب کرسکیں۔

دوسری ضرورت اُن کی یہ ہے کہ اُن کو اتنا تحفظ حاصل ہونا چاہیے کہ وہ عوام کے ٹھوس مسائل کو حل کرانے، اُن کی تکالیف کو ختم کرانے اور اُن کی مظلومیت کا ازالہ کرانے کے لیے سرکاری دفتروں اور تھانوں میں جائیں تو نہ صرف یہ کہ اُن کو تنگ نہ کیا جائے اور ناکام لوٹا نہ دیا جائے بلکہ اُن کی عزت کی جائے اور اُن کو وزارت کا نمائندہ سمجھا جائے۔ پچھلا تجربہ آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ محلّے کا چیئرمین اگر کسی تھانے یا کسی افسر، حتیٰ کہ وزیر یا سیکرٹری کے دفتر میں جاتا تھا تو اُس کے ناجائز مطالبات کو بھی بصد ادب مانا جاتا تھا۔ کیونکہ دوسری صورت میں بھٹو صاحب کا ایک ٹیلیفون کسی آدمی کو بڑے سے بڑے رتبے سے اُٹھا کر بدنصیبی کے غار میں پھینک سکتا تھا۔ آپ کے کارکن ناجائز فائدے اُٹھانے اور خلافِ ضابطہ کام کرانے کے لیے نہیں جائیں گے — انہیں جائز کاموں کے لیے پورا پورا تحفظ ملنا چاہیے۔ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ہر وزیر کو اعتماد ہو کہ پوری وزارت اس کے ساتھ ہے۔ کیبنٹ میں بیٹھ کر ایک بار اس مسئلے کو طے کر لیجیے۔ لیکن کوئی فوری کارروائی کیجیے کیونکہ عوام کا ہجوم آپ کے ان کارکنوں کے گرد بڑھ رہا ہے جو تیس تیس سال سے کام کر رہے ہیں۔ اب اگر وہ لوگوں کے (جائز طور پر بھی) کام نہ آسکے، تو عوام بددل ہو کر پیچھے ہٹ جائیں گے۔

اپنی ۳۰ سال کی بنی ہوئی ساکھ کے سرمایے میں آپ مستقبل کے لیے بہت بڑا اضافہ بھی کرسکتے ہیں، اور اس ایک سالہ دَور کی کوتاہیاں اس سرمائے کو ڈبو بھی سکتی ہیں۔

میرے سامنے عملی پروگرام بھی تھا۔ فوری اقدامات کا نقشہ بھی، بعض مسائل کے حل کا فارمولا بھی، اور طویل المیعاد اسکیموں کے متعلق ایک سرسری خاکہ بھی۔ مگر ترجمان القرآن کے صفحات میں اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر کبھی سہی یا کسی اور راستے سے سہی۔ خاتمۂ کلام کے طور پر میں دل و جان سے بس یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو، قومی اتحاد کو

اور پوری موجودہ حکومت کو اسلامی نظام قائم کرنے، پاکستان کے وجود، سالمیت اور اس کے اساسی نظریہ و مقصد کا تحفظ کرنے، عوام کے مسائل کو حل کرنے، جمہوریت کو بحال کرنے، اور انتخابات کو جلد منعقد کرانے کی توفیق بھی دے، ان عظیم ذمہ داریوں میں مدد بھی دے! آمین !!

امید ہے کہ تمام اہلِ ایمان اور خدا کے فرشتے بھی آپ کے لیے دُعا کرتے ہوں گے۔

قارئین توجہ فرمائیں

(۱)

ماہنامہ ترجمان القرآن کی خریداری یا چندے وغیرہ سے متعلق خط و کتابت کرتے ہوئے اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیے ورنہ تعمیل میں سخت مشکل پیش آتی ہے۔ براہ کرم نمبر خریداری ترجمان القرآن کے کسی بھی موصولہ شمارے کے ریپر سے اپنی ڈائری پر مستقلاً نقل کرلیں۔

(۲)

ماہنامہ ترجمان القرآن کو کوئی بھی رقم اگر چیک سے روانہ کریں تو چیک ماہنامہ ترجمان القرآن (MONTHLY TURJUMAN-UL-QURAN) کے نام پر تیار کریں۔ کسی شخص کا ذاتی نام استعمال نہ کریں۔ نیز اپنے چیک کو کراس کردیں۔

★ مینجر

دفتر ترجمان القرآن۔ ۵۔اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور